محمد یونس میو
لیکچرر اسلامیات ڈسکہ

"دو حکیم الامت"

(حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور علامہ اقبالؒ)

قومی سوچ اور دین کا درد رکھنے والے شاعر، ادیب، مفکر اور مصلح بھی خدا کی بہت بڑی نعمت ہوتے ہیں۔ یہ کسی قوم کا وہ دماغ ہوتے ہیں۔ جہاں بڑے بڑے انقلابات جنم لیتے ہیں۔ قوم پر اگر جمود طاری ہوتا ہے تو یہ فکر و عمل کے نئے نئے چراغ روشن کرتے ہیں اور اسے نئی آرزوئیں، حوصلے اور تازہ ولولے عطا کرتے ہیں۔ پھر قوم ان کے دماغ سے سوچتی ہے ان کی آنکھوں سے دیکھتی ہے اور ان کی بیتاب روح قوم کے جسد خاکی میں سرایت کر کے عظیم انقلاب برپا کر دیتی ہے۔ اسلام کی تابناک تاریخ میں ایسے بہت سے نام زندہ جاوید ہو چکے ہیں۔ لیکن یہاں برصغیر کی دو ہم عصر ہستیوں کا تذکرہ مطلوب ہے۔ یہ ہیں ڈاکٹر محمد اقبال (1876ء - 1938ء) اور مولانا اشرف علی تھانوی (1863ء - 945 ء)۔ جی ہاں یہی ہیں "دو حکیم الامت۔۔۔" ڈاکٹر محمد اجمل اپنے مقالہ "علم اور مذہبی واردات" میں لکھتے ہیں

"بیسویں صدی کے اوائل میں برصغیر کے مسلمانوں نے دو ممتاز ہستیوں کو حکیم الامت کے نام سے یاد کیا ہے ایک تھے مولانا اشرف علی تھانوی اور دوسرے علامہ محمد اقبال۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں ہستیاں "دو حکیم الامت تھیں"

دونوں کی زندگی کا مقصد "اسلام کی نشاۃ ثانیہ" اور اصلاح امت تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں کے افکار میں حیرت انگیز طور پر ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ یہ مماثلت دو قومی نظریہ، تحریک پاکستان، تعلیم و تربیت، اصلاح احوال طبقہ نسواں، فقہ و اجتہاد اور اتحاد و اصلاح امت کے شعبوں میں بہت نمایاں ہے۔

ہندوستان کے علماء میں مولانا تھانوی کو یہ امتیاز حاصل رہا ہے کہ ان کی سیاسی اور دینی بصیرت نے کبھی ٹھوکر نہیں کھائی۔ مولانا جو صرف روز اول ہی سے دو قومی نظریہ کے حامی اور ہندو مسلم اتحاد کے مخالف رہے۔ فرماتے ہیں! "بعض کفار (گاندھی وغیرہ) پر مجھے بہت ہی غیض ہے ان کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا اور ہزاروں جانیں ضائع ہوئیں۔ ہجرت کا سبق پڑھایا، شدھی کا مسئلہ اٹھایا یہ لوگ مسلمانوں کی جان و مال بلکہ ہر چیز کے دشمن ہیں ایسے لوگوں سے اتحاد کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ مولانا نے اپنے خطبات اور وعظوں میں گاندھی کو جا بجا طاغوت، دجال، شیطان، مکار، عدو اسلام اور بد فہم کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ علامہ اقبال ابتداء میں ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے۔ پھر ہندوستانی بچوں کا قومی گیت گانے اور ترانہ ہندی بجانے کے بعد 1908ء میں دو قومی نظریے کے قائل ہوئے اور ترانہ ملی اور "وطنیت" جیسی پر جوش نظمیں تحریر کیں۔ تحریک ہجرت، ترک موالات،

تحریک خلافت وغیرہ میں دونوں رہنماؤں میں مکمل ہم آہنگی نظر آتی ہے۔ مولانا نے گاندھی اور کانگرس کے عزائم کے بارے میں بڑے حقیقت پسندانہ تبصرے فرمائے جو آگے چل کر بڑی بڑی پیشن گوئیاں کے طور پر سچ ثابت ہوئے۔ آپ نے جھانسی اور سہارنپور کے انتخابات میں مسلم لیگ کی حمایت اور کانگرس کی مخالفت میں فتویٰ جاری کیا جس سے مسلم لیگ کے امیدوار کامیاب ہوئے۔

اقبال عورت کو تمدن کی جڑ قرار دیتے ہیں اس لیے اس کی تعلیم و تربیت ٹھوس دینی بنیادوں پر کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے 1910ء میں علی گڑھ میں تعلیم نسواں کا جو نصاب تجویز فرمایا۔ مولانا تھانوی نے اس نصاب کو "بہشتی زیور" کی شکل میں عملاً مدون کیا آج یہ کتاب عورتوں کے بارے میں دینی و دنیاوی علوم کا انسائیکلوپیڈیا کہلاتی ہے۔ اس کے علاوہ "اصلاح المسلمین" اور "اصلاح انقلاب امت" (۲جلدیں) جیسی مفید کتابیں لکھیں۔ مولانا کی تصانیف کی کل تعداد 1000 بتائی جاتی ہے۔ جن میں آپ کی تفسیر "بیان القرآن" بھی شامل ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ 1915ء میں اسرار خودی کی اشاعت پر تصوف کے حوالے سے اقبال پر مشرق و مغرب میں تنقید شروع ہوئی جو 1920ء تک جاری رہی اس زمانے میں آپ کے مضامین اور خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ تصوف اور مسئلہ وحدۃ الوجود میں مولانا تھانوی کے افکار سے متاثر تھے۔

9 فروری 1916ء کو ایک مضمون میں خواجہ حسن نظامی سے مخاطب ہوتے ہیں۔

"حضرت میں نے مثنوی مولانا روم کو بیداری میں پڑھا ہے اور بار بار پڑھا ہے۔ آپ نے شاید اسے سکر کی حالت میں پڑھا ہے کہ اس میں آپ کو وحدۃ الوجود نظر آتا ہے۔ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب سے پوچھئے وہ اس کی تفسیر کس طرح کرتے ہیں اس بارے میں میں انہی کا مقلد ہوں"۔

مولانا نے مسئلہ تصوف پر "شریعت و طریقت"، "حقیقت تصوف"، "تربیت السالک"، "عنوان تصوف" جیسی کتب تصنیف فرمائیں۔ لیکن مولانا کا ایک اور علمی کام جس سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ مثنوی مولانا روم کی شرح "کلید مثنوی مولانا روم" ہے جسے 24 جلدوں میں ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان نے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب مولانا روم، علامہ اقبال اور حضرت تھانوی کے عقیدت مندوں کے لیے بڑی خاصے کی چیز ہے۔

ان چند لائنوں میں مولانا اور علامہ اقبال کے علمی و فکری تعلقات پر بحث ناممکن ہے۔ مقصود تو دو مفکروں کے مشترکہ فکری سرمایہ کی طرف ارباب تحقیق کی توجہ مبذول کرانا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو امت کے دو بہت بڑے طبقے مزید ایک دوسرے کے قریب آئیں گے۔ اور فکر و فن کی نئی نئی راہیں سامنے آئیں گی۔ (انشاء اللہ)

(نوٹ)۔ "تمام حوالہ جات راقم الحروف کے پاس موجود ہیں"